حکیم مختار احمد الحسینی

# سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور تحریک آزادیٔ کشمیر

وادیٔ کشمیر میں ڈوگرہ سامراج مسلمانوں پر جبر و تشدد اور جور و ستم کے پہاڑ توڑ رہا تھا اور خون مسلم سے وادی کے ذرہ ذرہ کو رنگین بنا چکا تھا۔ ادھر شاطر فرنگی کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانے کے منصوبے بنانے میں مصروف تھا۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کے بھائی خواجہ جمال الدین جو ان دنوں ریاست میں انسپکٹر تعلیمات تھا۔ اس کے اثر و رسوخ اور منصب سے فائدہ اٹھا کر تمام تعلیمی اداروں میں لاہوری اور قادیانی مرزائی بھرتی کر لئے گئے مزید بر آں ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں انگریز کے ایماء پر سرکاری اور درباری لوگوں کا اجتماع ہوا جس میں کشمیر کمیٹی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ چنانچہ مرتبہ پروگرام کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی (خلیفہ قادیاں) کو صدر اور مسٹر عبدالرحیم درد خلیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ شملہ ہی سے مرزا بشیر الدین نے ایک اعلان کے ذریعہ کہا کہ مجھے تمام مسلمانوں نے اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب آنجہانی نے ۱۴ اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منانے کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ کے پرائیوٹ سیکرٹری نے ملک کے مشہور لوگوں کو خطوط لکھ کر اطلاع دی کہ انہیں کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان بھر کے مسلمان فرنگی کی اس سیاسی سازش سے بے خبر تھے۔ چنانچہ مجلس احرار کے عظیم دماغوں نے فوراً انگریز کی سیاسی سازش کو تاڑ لیا۔

## تحریک آزادیٔ کشمیر اور احرار

آخر مجلس احرار نے مسئلہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے تحریک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور احرار کے پلیٹ فارم سے تمام سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ ہم سب کو مل کر کشمیر کے سیاسی مسئلہ کو حل کرنا چاہیئے۔ ورنہ کشمیر کمیٹی ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال کو اور خطرناک بنادے گی۔

احرار کا اس میدان میں آنا تھا کہ فرنگی سازش ناکام ہو کر رہ گئی۔ کشمیر کمیٹی کے تار و پود بکھر گئے۔ اور علامہ اقبال نے نائب صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوبارہ سر کردہ مسلمانوں نے جو کمیٹی تشکیل دی اس کے صدر علامہ اقبال چنے گئے۔

## کشمیر چلو کی تحریک

مجلس احرار اسلام میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے اور قابل ترین افراد موجود تھے۔ شاہ جی نے اپنی ساحرانہ خطابت اور مجاہدانہ عزم سے ڈوگرہ سامراج کے خلاف صور پھونکا اور کشمیر چلو کی صدا بلند کی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے اس آواز پر لبیک کہا گیا۔ فرزندان اسلام نے سر بکف ہو کر کشمیر کی سرحدات میں داخل ہونا

شروع کر دیا۔ شہادت، قید و بند اور مارپیٹ کے مصائب و آلام کے طوفان سے کھیلنے لگے۔ لیکن یہ سختیاں ان کے مجاہدانہ عزم اور شوقِ شہادت و آزادی کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں۔ بلکہ ذوق و شوق بڑھتا گیا۔ چالیس ہزار احرار مجاہدوں نے کشمیر کی آزادی کی خاطر جیلوں کو بھر دیا۔ یوں تو اس جہاد میں پورے ملک نے حصہ لیا لیکن تنہا سیالکوٹ کے دس ہزار فرزندان اسلام نے قربانی پیش کی۔ شاہ جی کے رفیق کار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی جو دراصل امیر احرار تھے۔ ہندوستان بھر کے اخبارات کی فہرست بنا کر رابطہ قائم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسئلہ کشمیر مشترکہ مسئلہ بن گیا۔ اور مدراس تک کے جیالے رضا کاروں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔

## مہاراجہ کشمیر نے شکست تسلیم کر لی

شہیدوں کا خون رنگ لاتا ہے تو نوجوانوں کی قربانیوں سے قومی اور ملی کھیتیاں سر سبز و شاداب ہو جاتی ہیں اور ان کے مقدس خون کے جہاں چھینٹے پڑتے ہیں وہاں آزادی کے تن آور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ مہاراجہ کو سرفروشوں کے عزم کے آگے جھکنا پڑا۔ اور اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور خود اختیاری کی اساس پر کشمیر میں جمہوری حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اسمبلی کے قیام کی تجویز کی گئی۔

اس وقت اگر کشمیری لیڈر عجلت پسندی سے کام نہ لیتے نرخ بالا کن آرزانی ہنوز کے فارمولا پر عمل پیرا ہوتے اور مفکر ایشیا چودھری افضل حق مرحوم کی اس تجویز پر اڑ جاتے کہ ہم ذمہ دار نمائندہ حکومت سے کم پر کسی طرح راضی نہ ہوں گے تو حالات مختلف ہوتے۔ اور مہاراجہ کی اتنی بھی حیثیت باقی نہ رہتی کہ وہ ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا اعلان کرنے کی جرأت کر سکتا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

## تحریک کے گہرے اثرات

تحریک سے پہلے عوام میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ کشمیری مسلمان بزدل ہیں۔ ان میں صلابت و استقامت اور شجاعت و بسالت عنقاء ہے اس موقع پر پہلی بار اس نظریہ کے تار پود بکھر گئے اور کشمیری مسلمانوں نے اس کا جواب اپنے عمل سے دیا۔ اور میر واعظ یوسف کی پکار پر پروانہ وار گولیاں کھاتے تھے۔ اس تحریک کا دوسرا اثر یہ پڑا کہ کشمیریوں میں آزادی کی لہر دوڑ گئی جس کی صدائے باز گشت آج بھی سنائی دے رہی ہیں۔

تیسرا گہرا اثر یہ ہوا کہ فرنگی اور قادیانیوں کی سازش تباہ کر کے رکھ دی گئی۔ اور کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کا تصور ہمیشہ کے لئے دفن ہو کر رہ گیا۔

گو بعد میں اس تحریک کی قیمت مجلس احرار کو بھاری ادا کرنی پڑی۔ اور سر فضل حسین نے ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کا قصہ کھڑا کر کے احرار سے دل کھول کر انتقام لیا۔ مگر احرار شاہ جی کی قیادت میں اس تحریک سے جو عظیم مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے اتنی بڑی قربنی دیکر انہوں نے حاصل کر لئے۔